مختصر

سوانح

ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاریؒ

(مختلف مقالات کا مجموعہ)

مرتب: شوکت علی

ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاریؒ

(۲۷/۶/۱۹۳۹ء ۔ ۲۷/اپریل ۱۹۹۷ء)

بوریائے فقر پر بیٹھنے والا یہ سلطانِ علم و فضل ۲۷ر جون ۱۹۳۹ء کو سرینگر کشمیر میں تولد ہوئے۔ ان کے والد گرامی قبلہ مولانا سید محمد قاسم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ موصوف یکم ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ کو اس عالمِ فانی سے عالمِ بقا کو تشریف لے گئے۔ ان کا خاندان عملی، دینی اور روحانی فضیلت کا حامل ہے اور اس خانوادے کا نسبی سلسلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے کشمیر یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کیں، آپ کا خاص مشغلہ درس و تدریس تھا اور ان دنوں آپ امر سنگھ کالج میں عربی کے ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ تھے، آپ کی کئی مشہور تصانیف ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱ر کشمیر میں اسلام کی اشاعت
۲ر کشمیر میں عربی کی شعر و ادب کی تاریخ
۳ر کشمیر میں عربی علوم کی اشاعت
۴ر کشمیر میں اسلامی ثقافت کے تاریخی مراحل
۵ر البصائر
۶ر سیرت شیخ نجم الدین احمد الکبریؒ
۷ر سیرت حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ
۸ر سیرت میر سید محمد ہمدانیؒ
۹ر سیرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ
۱۰ر علامہ انور شاہ کاشمیری اور اُن کے تذکرہ نگار

اور یہ آخری کتاب "کشمیر میں اسلام .... منظر اور پس منظر"

وفات سے چند ایام قبل جب میں اور مولانا شوکت صاحب کنگ آپ سے اس کتاب کے سلسلے میں ہدایات سُن رہے تھے تو میری عرضداشت پر موصوف مرحوم نے مندرجہ ذیل شعر اپنے متعلق فرمایا ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم — ہو گئے خاک انتہاء یہ ہے

اس ملاقات کے چند روز بعد ہی آپ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے، اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ ———

اشرف قاری

آہ! مرحوم اُستاد ڈاکٹر سیّد محمد فاروق بخاری

یاد سے تیری دِل دردآشنا معمور ہے

راقم الحروف اپنے آپ کو اس لحاظ سے خوش قسمت سمجھتا ہے کہ والدین کی بہترین تربیت کے ساتھ ساتھ ابتدا ہی سے مجھے چند جید اساتذہ صاحبان میسر آئے جنہوں نے اپنے تبحر علم وفضل سے میرے قلب وجگر میں حقیقی علم وادب کی ایک پیاس پیدا کی۔ مرحوم سیّد محمد فاروق بخاری بھی میرے اُنہی محسنوں میں سے ایک ہیں۔

۱۹۸۴ء میں راقم امر سنگھ کالج سرینگر میں بی۔اے سیکنڈائر کے طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوا۔ میرے گریجویشن کے مضامین میں انگریزی، اقتصادیات اور سیاسیات کے ساتھ ساتھ عربی بھی بحیثیت ایک مضمون شامل تھا۔ والد محترم کو میرے اس اختیار کردہ مضمون کے ساتھ خاصی دلچسپی تھی۔ چنانچہ میرے امر سنگھ کالج میں داخلہ ملنے سے پہلے ہی آپ ایک دوست کے ذریعہ اس بات سے آگاہ ہو چکے تھے کہ اس کالج میں کشمیر کے ایک ابھرتے ہوئے نوجوان اسلامی دانشور ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری عربی زبان وادب کے استاد کی حیثیت سے تعینات ہیں۔ اس لئے جونہی میں نے کالج میں داخلہ لیا تو مجھے اس لائق اور فائق اُستاد کی ملاقات کا زبردست اشتیاق پیدا ہوا۔ خوش قسمتی سے عربی زبان وادب کے کلاس میں اس کالج میں عام کالجوں کی روش کے برخلاف کافی تعداد میں طالب علم موجود تھے۔

خوبرو نوجوان ڈاکٹر محمد فاروق بخاری اپنی پہلی ملاقات ہی میں میرے دل میں گھر کر گئے۔ چنانچہ اولین خطبے ہی میں آپ نے ہمیں چند سبق آموز نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ" آپ لوگوں کو خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ آپ نے کس مقصد ومدعا کے لئے عربی زبان وادب کا یہ مضمون اختیار کیا ہے۔ یہ مضمون چونکہ قرآن حکیم، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ملت اسلامیہ کی زبان ہے، اس لئے اس زبان وادب میں تمہیں کامل مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ تب تو تمہارے لئے پھر عالم اسلام کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ورنہ اگر آپ صرف مسجد کی امامت کے لئے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر تمہیں اسی وقت اس پر مزید غور وفکر کرنا چاہیے"۔ یہ تھی اس ہونہار اسلامی سپوت کی پہلی نصیحت جو انہوں نے ہمیں اپنے اولین لیکچر میں کی۔

اگلے روز سے آپ نے ہمیں باقاعدگی سے "نخبة الادب" پڑھانا شروع کیا۔ اُن کے پڑھانے کا ایک عمدہ ڈھنگ ہوتا تھا کہ آپ پہلے عربی زبان وادب کے دقیق الفاظ ومعنی ہمیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کرتے تھے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ اسلامی تاریخ و تمدن پر روانی کے ساتھ لیکچر دیتے تھے۔ اُن کے یہ لیکچر واقعی علمی اور تحقیقی نوعیت کے ہوتے تھے بلکہ اکثر تاریخی واقعات آپ اس انداز میں بیان کرتے گویا آپ ان واقعات کا اُسی وقت مشاہدہ کرتے ہیں۔ جنگ جمل اور خلافت وملوکیت کے حادثات اور واقعات پر آپ اکثر علمائے سلف اور خلف کے تبصروں سے بھی ہمیں آگہی دلاتے رہتے تھے۔ اُن کے ان تبصروں میں ایک بہترین امتزاج ہوتا تھا۔ دوران لیکچر آپ کسی خاص مکتبہ فکر کی قطعاً طرفداری نہیں کرتے تھے بلکہ علمی اندازِ فکر ونظر اپناتے ہوئے آپ ہر ایک مکتبہ فکر کا ذکر نہایت ادب واحترام سے کرتے تھے۔ ابن کثیر، امام بخاری، ابن تیمیہ، سید جمال الدین الافغانی، محدث دہلوی شاہ ولی اللہ، مولانا انور شاہ

کاشمیری، علامہ اقبال اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ابوالحسن علی ندوی کا ذکر خیر آپ اکثر و بیشتر کرتے رہتے تھے۔

راقم نے انہیں کالج میں کبھی بھی سٹاف روم یا باہر گپ شپ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے بلکہ کلاس کے فوراً بعد آپ لائبریری میں چلے جاتے تھے اور اکثر مطالعہ میں غرق رہتے تھے۔ مجھے ایک دن کا واقعہ خوب یاد ہے کہ آرٹس فیکلٹی کے ایک مخصوص مضمون کے اُستاد کالج میں موجود ہونے کے باوجود کلاس میں نہیں گئے ہوئے تھے، اس لئے وہ لڑکے دربدر پھر رہے تھے۔ مرحوم ڈاکٹر فاروق صاحب ہمارے کلاس میں غضبناک ہوکر داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ "فلانی سبجکٹ کے اُستاد یہاں موجود ہوکر بھی کلاس میں نہیں گئے مجھے بڑا افسوس ہے ایسے اساتذہ پر۔ ہمیں خوب جان لینا چاہئے کہ ہمارا رب ہمیں دیکھ رہا ہے۔ تمام طالب علم علامہ اقبال یا مرزا اسداللہ خان غالب نہیں بن سکتے ہیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ تب جاکر کوئی ہستی پیدا ہے"۔ یعنی بقولِ علامہ اقبال ؎

آگ اس کی پھونک سکتی ہے برناؤ و پیر کو ۔۔۔ لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقین

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں مستقبل کی کتنی اُمید اور فکر تھی۔ اسی لئے انتقال کے وقت آپ قریباً ایک درجن کتب شائع کر چکے تھے۔ آپ نے معروف کشمیری عالم دین مولانا انور شاہ کشمیری پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ آپ کا یہ تحقیقی مقالہ اب کافی عرصہ کے بعد دوبارہ قاری پبلی کیشنز سرینگر کے ذریعہ شائع ہوکر منظر عام پر آیا ہے جو بلاشبہ ایک بہترین علمی خدمت ہے۔ اس کتاب کے علاوہ اُن کی کم و بیش گیارہ کتابیں اُن کی زندگی ہی میں شائع ہوچکی ہیں۔ جن میں چند تصانیف یوں ہیں

- کشمیر میں اسلام کی اشاعت
- کشمیر میں عربی شعر و ادب کی تاریخ
- کشمیر میں علوم عربی کی اشاعت

آپ کے تحقیقی مقالات معارف اعظم گڑھ، برہان دہلی، العارف پاکستان اور دارالعلوم دیوبند میں بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر محمد فاروق بخاری مرحوم نے عربی اور اسلامیات کے علاوہ بدھ مت، شیومت اور دیگر مذاہب کی کُتب سے بھی استفادہ کیا تھا۔ مرحوم جس طرح اپنے علمی خطبات میں کسی بھی تنگ نظری کو جگہ نہیں دیتے تھے، اسی طرح اپنی تحریرات میں بھی آپ تعصب اور تنگ نظری سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ اُن کی تحریرات میں بالکل علمی اور تحقیقی فکر و نظر جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ مرحوم ۱۹ ذی الحجہ بلاشبہ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲۷ اپریل ۱۹۹۷ کو محض سنتالیس بہاریں دیکھ کر اس دنیا فانی سے رحلت کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

بلاشبہ عربی زبان و ادب اور اسلامیات میں اپنی قلیل عمر ہی میں غیر معمولی اضافہ کر گئے اور اس طرح علم و ادب کے میدان میں اپنی مخصوص پہچان قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ درحقیقت ایسی ہستیاں مر نہیں سکتی ہیں بلکہ اپنی تحریرات میں ہمیشہ زندہ و پائندہ ہوتی ہیں اور علامہ اقبال نے ایسی شخصیات ہی کے متعلق فرمایا ہے کہ ؎

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے ۔۔۔ خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی
اسسٹنٹ پروفیسر ریسرچ
اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی، یونیورسٹی آف کشمیر